سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۸۹

پس منظرِ کربلا

(دوسرا ایڈیشن)

تحریر

سرکار علامہ الحاج سید سبط الحسن فاضل ہنسوی صاحب قبلہ مدظلہ

علی گڑھ (انڈیا)

قیمت ۳۲ پیسہ

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلۂ اشاعت کے انمول شاہکار "پس منظر کربلا" کا دوسرا ایڈیشن آپ کے پیش نظر ہے۔

فاضل مؤلف سرکار علامہ سید سبط الحسن فاضل ہنسوی کی ذات گرامی شیعی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف اور ملت جعفریہ کے ذمہ دار اہل قلم ہیں۔ کارکنان امامیہ مشن پاکستان مولانا ممدوح کے سپاس گزار ہیں کہ انہوں نے از راہ لطف و کرم اپنا زیر مقالہ بغرض اشاعت مرحمت فرمایا ہے۔ امید کہ آپ آئندہ بھی اپنی قلمی معاونت سے ہمیں ممنون فرماتے رہیں گے۔

اس کتابچہ میں آپ نے مشہور مصری محقق علامہ مائلی حنفی کی زبانی "قتل الحسین یوم سقیفہ" کی فاضلانہ توضیح فرمائی ہے۔ اختصار کے باوجود نہایت وقیع پیش کش ہے

افراد ملت کی خدمت میں استدعا ہے کہ اس مفید کتابچہ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر اپنے حلقۂ اثر میں مفت تقسیم کریں اور ہر پڑھے لکھے شیعہ کو مشن کا ممبر بنانے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں تاکہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے پاکیزہ دین کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت ہو سکے۔

اس کتابچہ کو غیر شیعہ حضرات ملاحظہ نہ فرمائیں ممکن ہے کہ بعض باتیں ان کے نظریات کے خلاف ہوں

پہلا ایڈیشن جولائی ۱۹۶۰ء
دوسرا ایڈیشن جنوری ۱۹۶۱ء

جنرل سیکرٹری
امامیہ مشن پاکستان لاہور ۲

پس منظرِ کربلا

علامہ علائی حنفی مصری کی زبانی

حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے فرزند حسینؑ کی شہادت کی پیش گوئی مختلف موقعوں پر فرمائی ہے یہ پیش گوئیاں صرف اپنے اہل بیتؑ ہی کو مطلع کرنے کے لیے نہیں کی گئیں بلکہ آنحضرتؐ نے عام مسلمانوں کو مطلع کرنے کے لیے اصحاب و انصار کے مجمع میں بھی حسینؑ کی ہونے والی شہادت کا بار بار اعلان فرمایا اس قسم کی احادیث پیغمبرؐ جو اخبار شہادت پر مشتمل ہیں ان کو شہرت و تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

اما اخبار النبی صلعم بھذہ الوقعۃ الھائلۃ من جھت الوحی بواسطۃ جبرئیل وغیرہ من الملائکۃ فمشھور متواتر (سر الشہادتین صفحہ ۱۵ ۲ مطبوعہ مصطفائی سنہ ۱۲۵۷ھ)	شہادت امام حسینؑ کے متعلق ایسے اخبار و احادیث پیغمبرؐ جو یہ دلالت کرتے ہیں کہ آپ کو جبرئیل یا کسی دوسرے فرشتے کے ذریعہ بطور اعلام و پیشین گوئی کے مطلع کیا گیا ہے بہت مشہور و حدِ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں

قبل وقوع واقعہ امام حسینؑ کی شہادت کی شہرت اس قدر کیوں تھی؟ اس کے متعلق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

لما کان مبنی امرہ علی الشہرۃ والاعلان انزلہ اولاً فی الوحی علی لسان جبرئیل وغیرہ من الملائکۃ مع تعیین المکان وتسمیتہ وتعیین الزمان۔	چونکہ امام حسینؑ کی شہادت اعلان و شہرت کے اوپر مبنی تھی۔ اس لیے خداوندِ عالم نے سب سے پہلے جبرئیلؑ اور دوسرے ملائکہ مقرب کے ذریعے رسول اللہؐ کو بذریعہ وحی مطلع کیا۔ یہاں تک کہ مقامِ شہادت زمانہ شہادت کو بھی بتلا دیا اور پھر رسول اللہؐ نے عام مسلمانوں کو آگاہ کیا"
(سر الشہادتین شاہ عبد العزیز (صفحہ ۵، ۶)	

اس سلسلہ میں بکثرت اخبار و احادیث کتبِ معتبرہ فریقین میں موجود ہیں میں صرف ایک حدیث کو نقل کرتا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ شہادت امام حسینؑ کی پیشین گوئی کو سننے کے بعد عموماً مسلمانوں کی کیا حالت ہوتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ختمی مرتبت سفر میں تشریف لے گئے تھے جب سفر سے واپس تشریف لائے تو معمول کے مطابق سب سے پہلے اپنے پارۂ جگر فاطمہؑ کے بیت الشرف میں تشریف لے گئے مہاجرین و انصار اور جملہ اہلِ مدینہ زیارتِ پیغمبرؐ کے لیے مسجد میں مجتمع ہو گئے تھے حالت یہ تھی کہ مجمع کی مشتاق نگاہیں شوقِ دید میں جناب سیدہؑ کے درِ دولت کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ دفعتہً رسول اللہؐ اپنے پیارے نواسوں حسنؑ و حسینؑ کو گود میں لئے ہوئے برآمد ہوئے

فصعد المنبر فخطب ووعظ	اور منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ و خطبہ

والحسين بين يديه مع الحسن
فلما فرغ من خطبته وضع
يده اليمنى على راس الحسين
ورفع راسه الى السماء فقال
اللهم انى محمد عبدك و
نبيك وهذان اطائب عترتي
وخيار ذريتي دارومتى ومن
اخلفهما فى امتى اللهم وقد
اخبرني جبرئيل بان ولدى
هذا مقتول مخذول اللهم
فبارك لي في قتله واجعله
سادات الشهداء انك على
كل شيئ قدير - اللهم ولا
تبارك في قاتله وخاذله
قال فضج الناس فى المسجد
بالبكاء فقال النبي اتبكون
ولا تنصرونه اللهم فكن له
انت وليا و ناصرا
مقتل الحسينؑ لابي

ارشاد فرمانے لگے اس حالت میں کہ
امام حسنؑ اور امام حسینؑ آپ کی گود
میں تھے بعد ختم خطبہ حضرتؐ نے دست
راست کو حسینؑ کے سر پر رکھا اور
اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند فرما کر
یہ ارشاد فرمایا۔ خداوندا میں تیرا بندہ اور
پیغمبر محمدؐ ہوں۔ اور یہ دونوں فرزند حسنؑ
و حسینؑ میری پاکیزہ ترین اور بہترین ذریت
و عترت ہیں جن کو میں اپنی امت میں
اپنا خلیفہ چھوڑ رہا ہوں۔ خداوندا
جبرئیل نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ میرا یہ
فرزند حسینؑ بظلم و ستم قتل کیا جائے گا
خداوندا شہادت حسینؑ کی وجہ سے مجھ
کو (میری نسل میں) برکت عطا فرما اور
میرے حسینؑ کو تمام شہیدوں کا سردار
بنا لے فنک تو ہر شئے پر قادر ہے
خداوندا تو اس کے قاتل و دشمن کو
برکت نہ دے۔ یہ سننا تھا کہ مسجد میں
لوگوں کی گریہ زاری کی وجہ سے ایک چیخ

المؤید للموفق بن احمد المکی الحنفی الخوارزمی الجزء الاول والفصل الثامن

صفحہ ۱۶۴ - طبع عراق

بلند ہوئی یہ دیکھ کر پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا (آج) تو تم لوگ روتے ہو لیکن (کل) میرے حسینؑ کی مدد نہ کروگے خداوندا تو ہی میرے حسینؑ کا والی و مددگار ہے"

اس خبر سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں :-

۱- خلافتِ رسولؐ اہل بیتؑ رسولؐ کے لیے مخصوص تھی۔

۲- شہادتِ حسینؑ کی وجہ سے نسلِ رسولؐ کو برکت حاصل ہوئی

۳- امام حسینؑ سید الشہداء ہیں

۴- قاتلان و دشمنانِ حسینؑ مبغوضِ خدا اور رسولؐ اور قابلِ نفرت ہیں

۵- شہادت و مصائبِ حسینؑ سن کر رونا سنت ہے

۶- شہادتِ حسینؑ کے ذمہ دار صرف وہی نہیں جو کربلا میں لڑنے آئے تھے، بلکہ اصحابِ رسولؐ بھی ہیں جنہوں نے اہلِ بیتؑ کی مدد نہیں کی اور جس کی وجہ سے حزبِ مخالف کو طاقت پہنچی۔

ظاہر ہے کہ خبرِ شہادت کو سن کر صحابہ کرام کا آہ و واویلا اور گریہ و بکا کرنا یہ ان کی محبت کی دلیل ہے جو ان کو رسولؐ اور آلِ رسولؐ سے تھی لیکن اس حالت میں پیغمبرؐ کا ان کو متنبہ کرنا اور یہ ارشاد فرمانا کہ آج تو تم روتے ہو لیکن کل وقت پڑنے پر مدد نہ کروگے ان کے لیے انتہائی پریشانی و اضطراب کا سبب ہوا ہوگا اس وقت ان کا دل یہ کیونکر قبول کرنے کے لئے

آمادہ ہو سکتا تھا کہ وہ حسینؑ کی مدد نہ کریں گے یقیناً وہ اپنے گریہ کو ضبط کرتے ہوئے یہ غور کرنے لگے ہوں گے۔ کیا ہم سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ ہم آلِ رسولؐ کی مدد نہ کریں۔ اے معاذ اللہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے ہم نے تو وطن چھوڑا پیغمبرؐ کا ساتھ دیا۔ مہاجر کہلائے۔ ہاں ہم لوگوں نے تو پیغمبرؐ کی مدد کی سینہ سپر ہوئے اور ایسی نصرت کی کہ انصار کہلائے۔ ہم مہاجرین و انصار سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ فرزند رسولؐ کی مدد نہ کریں۔ کیا ہم کلمہ گو نہیں؟ کیا ہم اجرِ رسالت ادا کرنے میں بخل کریں گے ہم پر تو رسولؐ اور ان کے اہلِ بیت کا احسان ہے یہ ہمارے محسن ہیں ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ کیا اہلِ بیتؑ رسولؐ جو پیغمبرؐ کے جانشین اور خلیفہ ہوں گے ہم ان کی اطاعت نہ کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی سرتابی کرے اور ان کی اطاعت و نصرت نہ کرے۔ شاید حسینؑ کی شہادت پوشیدہ طور پر ہو جائے اور ہم لوگ آگاہ نہ ہو سکیں لیکن نہیں رسولؐ تو صاف فرماتے ہیں "ولا تنصرونہ" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے علم میں شہید ہوں گے اور مدد کر سکنے کے باوجود ہم حسینؑ کی مدد نہ کریں گے گویا حسینؑ کی شہادت کی ذمہ داری ہمارے اوپر عائد ہو گی۔ اے کاش ایسا نہ ہوتا؟

یہ وہ خیالات ہیں جو رسول اللہؐ کی تقریرِ خبرِ شہادت کے بعد ہر مہاجر و انصار کے دل میں پیدا ہونا ایک فطری امر ہے در اصل رسول اللہؐ کی حیات میں اسبابِ شہادت کے متعلق اصحاب کچھ نہیں سوچ سکتے تھے اور نہ رسول اللہؐ کے بعد واقع ہونے والے حالات کا صحیح اندازہ لگا سکتے تھے

علاوہ بریں جنابِ رسالت مآبؐ کا عام مسلمانوں کے مجمع میں یہ اعلان کرنا کہ ان

کا فرزند حسینؑ نظلیم دستم قتل کیا جائے گا۔ اس کو مسلمانوں نے حیرت و استعجاب سے سنا ہوگا اور اس خبر کو ایک، دوسرے سے بیان کیا ہوگا اس بنا پر تمام مسلمانوں کو حسینؑ کی ہونے والی شہادت کی اطلاع ہو گئی ہو گی جس کی بنا پر ہر ایک کے دل میں نصرت حسینؑ کا جذبہ پیدا ہو جانا چاہیئے تھا۔ اصحاب رسولؐ میں سے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ خبر شہادت سے بے خبر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ جناب ابن عباسؓ کیا فرماتے ہیں :۔

اخرج الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ما کنا نشک واھل البیت متوافرون ان الحسین یقتل بالطف (تحریر الشہادتین شاہ سلامت اللہ حنفی ص۹۰ طبع کان پور)	ہم اصحاب رسولؐ اور اہل بیت پیغمبرؐ سب کے سب حسینؑ کی شہادت کا جو کربلا میں واقع ہونے والی تھی یقین رکھتے تھے کسی کو ذرا بھی اس میں شک نہ تھا اس خبر کو امام حاکم نے اخراج کیا ہے

ہاں بعد شہادت اصل سبب کا معلوم کر لینا دشوار نہیں حالات نے پردے چاک کر دیئے اور حقیقت نگاہوں کے سامنے آگئی۔ عبدالرحمن بن عیسٰی الہمدانی بیان کرتے ہیں کہ ایک بالغ نظر ہاشمی سے دریافت کیا گیا کہ :۔

قیل الرجل من بنی ھاشم متی قتل الحسینؑ بن علیؑ فقال یوم سقیفہ بنی ساعدہ (کتاب الالفاظ الکتابیہ عبدالرحمن بن عیسٰی الہمدانی ص۱۴۳ طبع بیروت)	حسینؑ بن علیؑ کب قتل کئے گئے جواب دیا کہ وہ اصل حسینؑ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن شہید ہوئے ،،

اس ہاشمی مفکر کا مقصد یہ تھا کہ حسینؑ کی شہادت کا اصل سبب سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی ہے جس کے نتیجہ میں حسینؑ شہید کیے گئے" اس نتیجہ تک ہر غیر متعصب انسان پہنچ سکتا ہے جو صدر اول کی تاریخ اسلام کا مطالعہ علمی (سائنٹیفک) طریقہ پر تاریخی تحلیل و تجزیہ و استخراج نتائج کے ساتھ کرے۔ چنانچہ اس حیثیت سے اکثر علماء اسلام نے واقعات کربلا کا مطالعہ کیا ہے موجودہ زمانہ میں بھی ایک مشہور و معروف مصری عالم اہل سنت ہیں جنہوں نے واقعۂ کربلا پر اسی حیثیت سے نظر کی ہے اور اپنی تحقیقات علمیہ و تدقیقات تاریخیہ کو دنیائے فکر و نظر کے سامنے پیش کر دیا ہے ان بزرگ کا نام "الاستاذ العلامہ الشیخ عبد اللہ العلائلی المصری" ہے جو عصر حاضر کے طراز اول کے علماء محققین و مصنفین و مدققین میں سے ہیں اور جن کی تصانیف اسلامی دنیا میں مقبول و مشہور ہیں اس لیے میں اپنے اس مضمون میں خاص کر علامہ علائلی مصری کے افادات و تحقیقات کو پیش کروں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے خلافت و نیابت پیغمبرؐ کے معاملہ میں بڑی سخت غلطی کی وہ نیابت رسولؐ کو ایک دنیاوی حکومت سمجھے حالانکہ خود رسول اللہؐ کی حکومت حکومتِ الٰہیہ تھی۔ اور آپ کے صحیح جانشین بھی حکومت الٰہیہ پر فائز تھے۔ بلکہ مسلمانوں کو وفاتِ رسولؐ کے بعد پست ترین نظریہ حکومت کو قبول کرنے کے لیے مجبور کیا گیا پیغمبر اسلامؐ سے پہلے عرب میں عشیرہ و قبیلہ کی تقسیم اور پھوٹ تھی۔ ان کی حکومت بھی اس نظام کے تحت تھی قبائل کی تقسیم اور نظام عشیرگی ان کو کسی نقطۂ اتحاد پر مجتمع نہیں ہونے دیتی تھی وہ مختلف

گروہوں میں تقسیم ہو کر اختلاف کی دنیا میں زندگی بسر کرتے تھے پیغمبر اسلامؐ نے ان کے تشتت و افتراق اور خود ساختہ امتیازات کو مٹا کر ایک نظام الٰہی کے ماتحت ایک کو دوسرے کا بھائی بنا کر "ملت واحدہ" کا سبق پڑھایا دوسرے الفاظ میں یوں عرض کروں کہ آنحضرتؐ کی حیثیت ایک دنیاوی بادشاہ کی سی نہ تھی اور نہ آپ کا نصب العین کسی دنیاوی سلطنت کی بنیاد رکھنا تھا۔ بلکہ آپ بغیر کسی نسلی و ملکی و اقتصادی امتیاز کو قائم کیے ہوئے تمام انسانوں کی ایک ایسی برادری قائم کرتے تھے جس کا ہر ہر فرد انسانیت، اخلاق کے جوہر سے آراستہ ہو گویا آپ تمام دنیا کو مدینہ فاضلہ کے درجے پر لاتے تھے جہاں خود ساختہ انسانی دستور نہیں بلکہ الٰہی قانون کا نفاذ کیا جانا ضروری تھا اس کو دنیاوی بادشاہت سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ دنیاوی بادشاہت کا مقصد تو صرف مادی اقتدار بڑھانا اور آس پاس کے ممالک پہ خروج کشی کر کے مال و دولت سے خزانوں کو مملو کرنا۔ سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت دینا ہوتا ہے۔ اس بادشاہت کی پوری کامیابی کا معیار صرف سطوت و اقتدار کی زیادتی، توسیع حدود سلطنت اور جاہ و حشمت کی فراوانی پہ منحصر ہوتا ہے جہاں حق و ناحق کا سوال نہیں اور نہ عدل و مساوات کی شرط ہے اور نہ اخلاق و ادب کی کوئی مراعات ہے اس کا معیار تفوق صرف جہانگیری و جہانبانی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف الٰہی حکومت وہ ہے جس کا قیام عدل و مساوات کے لیے ہوتا ہے جس میں ضروریات اجتماعی۔ لوازم تمدن، انتظامات ملی سب بلندی اخلاق اور صحیح انسانیت کے سایہ میں انجام پاتے ہیں۔ اس کا اصل مقصد توسیع

حدودِ مملکت نہیں ہوتا۔ بلکہ اصلاح الارض ہے جس کے لیے سب سے پہلے اصلاحِ نفس کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرضیکہ پیغمبر اسلامؐ نے زمانہ جاہلیت کے عشیرگی و جمہوری نظام حکومت کو ختم کر کے حکومت الٰہیہ کو قائم فرمایا چنانچہ اس کا اقرار ہر ایک کو ہے کہ آنحضرت کی حکومت "حکومت الٰہیہ" تھی ملوکیت اشرافیت، اشتراکیت یا جمہوریت نہ تھی۔

علامہ شیخ عبداللہ العلائلی المصری لکھتے ہیں:

لقد بدأن النبي جمع السلطنة الزمنية في يديه الى جانب السلطنة الدينية فكان مصدر كافة السلطات محكومة على ما وصل الينا من اخبارها ثيوقراطيه في جوهرها	"ہمیں معلوم ہے کہ پیغمبر اسلام کے ایک ہاتھ میں حکومت دنیوی کی لگام تھی اور دوسرے ہاتھ میں دینی حکومت کی زمام۔ در اصل آپ ہر حکومت کے سرچشمہ تھے اس بنا پر حضرتؐ کی حکومت بنیادی حیثیت سے ثیوقراطیہ حکومتِ الٰہیہ تھی۔

(تاریخ الحسین نقد و تحلیل علائلی ص ۱۳۵ طبع بیروت)

اسی حکومت الٰہیہ کی وجہ سے پیغمبر کی آمریت سے کسی مسلمان کو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ علائلی لکھتے ہیں:۔

انهم اخذوا حكومة النبي من جانبها الروحي و نظروا اليها من هذه الناحية فقط فلم يجدوا	عربوں نے پیغمبر کی حکومت کو خدا کی جانب سے ایک روحانی حکومت کی حیثیت سے تسلیم کیا تھا۔ اس وجہ سے اس حکومت

فيها ما يخلي عنعنا تهما العصبية القديمة وما يهيج فيهم الحماس التقليدي ان النظر الى النبي كان دينيا محضا على انه وان مارس السلطة الزمنية فقد كانت الصبغة الدينية تغمرها حتى لتخفي لوادي الحكم والسيطرة ويكفي ان نعرف ان الاعتقاد حينئذ بان اسلاس القياد في يد النبي قربة دينية وذخيرة اخروية"

(تاریخ الحسینؑ نقد وتحلیل صفحہ ۲۰)

الہی کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرسکتے تھے۔ اور عصبیت قدیم جاہلیت کی رگ ان کو متحرک نہیں کرسکتی تھی۔ اور نہ ان کی حمات تقلیدی ہی ہیجان میں آسکتی تھی وہ پیغمبرؐ کو ایک دینی اور روحانی آمر وپیشوا کی حیثیت سے دیکھتے تھے جن کا جنبۂ حکومت نبوت وروحانیت میں گم تھا۔ اور پیغمبرؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کو عبادت کو ذخیرۂ آخرت جانتے تھے۔"

شیخ علائلی مزید لکھتے ہیں:۔

نحن نعرف ان الاعتقاد في حكومة النبي قائم على انها الهية محضة وان ممارسته لها ضرب من رسالته التشريعية فلا عجب اذا عاث القبائل الى الرضى والاستسلام ولم تحارب السلطة المطلقة في شخص النبي

"ہم یہ جانتے ہیں کہ عہد رسالت کے عرب مسلمان یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ پیغمبرؐ کی حکومت الہیہ ہے اور آپ کی حاکمیت وآمریت جزو پیغمبری ہے۔ اس لیے وہ اس حکومت سے راضی و خوشنود تھے اور حضرتؐ کی مخالفت کی جرأت

(موت النبي وضح هذا لهذا الاعتقاد في الاشخاص (تاریخ المبین ابوالعالی ص۸۱)

نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن حضرتؐ کی موت کے بعد یہ اعتقاد صرف حضرتؐ کی ذات تک محدود ہو گیا اور انتخاب و شوریٰ سے ہونے والے خلفاء کے لیے یہ بات نہ رہی)

حالانکہ بنص قرآن" اولی الامر و خلیفۂ رسولؐ" کی اطاعت بھی مثل اطاعت خدا و رسولؐ ہونی چاہیئے۔ جیساکہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی آیت اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جس طرح اللہ و رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ویسے ہی اولی الامر کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و واجب قرار دی گئی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانشینان رسولؐ کی حکومت بھی حکومت الٰہیہ ہونی چاہیئے۔ لیکن مسلمانوں نے خدا اور رسولؐ کے حکم سے روگردانی کر کے رسولؐ کی خلافت اور جانشینی کو حکومت الٰہیہ نہ سمجھا اور اپنے انتخاب و اجماع پر اس کو منحصر کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ قہر و غلبہ بھی استحقاق خلافت کے لئے کافی سمجھا جانے لگا۔ حد یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جہاں خلیفہ ساز مہاجر و انصار کی ایک مختصر و ہنگامی جماعت اکٹھی ہوئی تھی وہ لوگ کسی بلند معیار پر خلیفہ کا انتخاب نہیں کر رہے تھے بلکہ اس انتخاب کے موقع پر وہ لوگ زمانہ جاہلیت کے نظام عشیرگی سے زیادہ متاثر تھے ان کا نظریہ اسلامی حکومت کے قیام کا نہ تھا بلکہ وہ اپنے اپنے قبیلہ و عشیرہ کی سیادت و امارت کی فکر میں تھے جس میں انصار کے مقابلے میں مہاجرین کو کامیابی ہوئی۔

اس امر کی طرف علامہ حائلی اشارہ کرتے ہیں :-

ومن ھذہ المقاولات نفھم ان فکرۃ الدولۃ کانت بعیدۃ عن اذھانھم کما نلمس مقدار الاثر القبلی فی الخلاف (تاریخ الحسین ص)	"مہاجرین و انصار کی تقریروں سے یہ بات ہمارے ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ اصحاب سقیفہ دولت اسلامیہ کے قیام کی فکریں ہے تھے یہ چیز ان کے ذہنوں سے دور تھی ہاں (زمانہ جاہلیت کے) عشیرگی سے وہ ضرور متاثر ہوئے معلوم ہوتے تھے"!

یہ وہ حقائق ہیں جو تاریخ کی صحیح روشنی میں واقعات کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں۔ علامہ علائلی اس طرف اپنے مخصوص انداز میں متوجہ کرتے ہیں :-

ان الواجب التاریخی یقضی علینا بان نفھم کل حادث فی محیط القبلیۃ علی نحو تما لانھا باثارھا اثری من کل عامل اخر کالدین مثلا الذی یختمر بعد فی نفوس العرب اختمار القبلیۃ ونحن حینما ندیر البحث فی ھذہ الفترۃ من التاریخ علی قاعدۃ الدین تبین کل شی	اس سلسلہ میں تاریخ کا تقاضا یہ ہے کہ ان تمام حوادثات کو زمانہ جاہلیت کے رجحان عشیرگی و قبیلہ بندی کے اثرات سے متاثر سمجھتے ہوئے حل کریں۔ کیونکہ یہی رجحان ان لوگوں میں اس وقت کارفرما تھا اگر ان معاملات و حالات میں دینی رجحان وعقیدہ کو کارفرما سمجھیں تو ہم اپنے کو مغالطہ میں ڈال کر انسانی طبیعت و فطرت

تغالط انفسنا فی حقائق الطبیعة
البشریة واولیات علم النفس
کما ان المیزان التاریخی الذی
قرر ناه فی النصد بر یقضی بان
یکون اثر الدین المبدئی والمثل
الجدیدة فی هذه النفوس
جزئیا وعاملا الی حد ما
(تاریخ الحسینؑ ص۸)

اور بدیہیات علم النفس کے حقائق
پر پردہ ڈال دیں گے درِ اصل
اس کو ماننا پڑے گا کہ ان حالات
میں دینی اثرات و اسلامی اخلاق
ان لوگوں میں بہت کم تھا؛"

بہر حال سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کا نفسیاتی اثر عربوں پر بہت بُرا پڑا اس کو بھی محقق علائلی کے الفاظ میں سنیئے :۔

اذن فاول ما یتبادر الی ذهن
الاعراب اذا رأوا رجلا من
عامة العرب یتبوأ کرسی
الحکم ان الامر تم له بالغلبة
فقط والنتیجة المنطقیة لهذا
الهم ما داموا ذوی سلطة
تخول لهم الغلبة فی حومة
الصراع فهم احق واجدر
بالامر وثبت صدق هذا

"سقیفہ کی کارروائی کے نتیجہ میں جب
عربوں نے دیکھا کہ ایک معمولی عرب
منبر نشین ہو کر ان کا حاکم ہو گیا
اور پیغمبرؐ کا جانشین بن گیا تو اس سے
سب سے پہلے جو چیز ان کے ذہن
نشین ہوئی وہ یہ تھی کہ یہ شخص
صرف قہر و غلبہ کی بنا پر ہی
پیغمبرؐ کے تخت و تاج کا مالک بنا
اس لئے اس سے زیادہ ہم حکومت کے

النظر عنهم الخلاف على الترشيح
الذی نمی الیهم من اخباره
ولا شك قد كان فيهم من
يرى اصير علیؑ وهو الذی عرفه عن
قرب واحبوا فيه شخصيته الممتازة
ونحن نرى ايضاً بأن اعتقاد
الفطريين ينصرف الى الموازنة
الدينية واسرة النبی عريقة
بهذا النوع من التخصص و
الامتياز الروحی فلم يكن
بعيداً ان يطمئن العرب الناؤون
الى ممارسة هذه الاسرة لحكمه
فی ظل الدين بالخلافة والنيابة
والذی يدلنا على صدق هذا
النقد احتجاج عمر الذی
اصطنع فيه منطقاً صور فيه
النفسية العربية من هذه
الناحية خير تصوير فقد
اشار لنا فی كلمة له يومذاك

مستحق ہیں۔ کیونکہ قوت و طاقت
تو در اصل ہمارے ہاتھوں میں ہے
جانشینیٔ محمدؐ کا حق دار ہم سے زیادہ
کون ہو سکتا ہے۔ ہمارے اس بیان
پر سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی
خود دلیل ہے اس میں کوئی شک
نہیں کہ ان لوگوں میں سے ایسے
لوگ بھی تھے جو حضرت علیؑ کے
انجام پر (کہ ان سے ان کا حق زبردستی
لیا جا رہا ہے) رو رہے تھے۔
کیونکہ علیؑ کو وہ لوگ اس امر کا
مستحق سمجھتے تھے اور اس معرفت
کے ساتھ وہ علیؑ کو ان کی ممتاز
شخصیت کی بنا پر دوست بھی
رکھتے تھے ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ
لوگ جو کسی جذبہ سے متاثر نہیں بلکہ اصول
فطرت کے پابند ہیں وہ اس کے معتقد ہیں
کہ امر دین میں بھی قانون ارث کا لحاظ ہے
بے شک خانوادۂ پیغمبر روحانیت دینی میں

الی ان العربی شدید النفور من
السلطة الاعن نبعة الدین
ومن الخیرات نذکرها علی طولها
لما لهما من القیمة الجوهریة فی
بحث هذا الموضوع قال والله
لا ترضی العرب ان یؤمرکم
ونبیها من غیرکم ولکن
العرب لا تمتنع ان تولی امرها
من کانت النبوة فیهم
وولی امرها منهم ولنا بذلک
علی من ابی من العرب الحجة
الظاهرة والسلطان المبین
من ذا ینازعنا سلطان محمد
وامارته ونحن اولیاءه و
عشیرته الا مدل بباطل او
متجانف لاثم او متورط فی
هلکة تامل قوله ولکن العرب
لا تمتنع ان تولی امرها من کانت
النبوة فیهم الذی هو بیان

ممتاز ومخصوص تھا۔ اور یہ لوگ پیغمبرؐ کے
وارث بھی تھے اس لئے وہ عرب جو
بیرون مدینہ تھے وہ سب کے سب پیغمبرؐ کا
جانشین خاندان کے اہلبیت ہی کو سمجھتے
تھے میرے اس بیان کی تائید حضرت
عمر کی تقریر سے ہوتی ہے جس کو
موصوف نے منطقی استدلال کی
حیثیت سے سقیفہ میں دوسروں کے
مقابلہ میں نہایت ہی خوبی کے ساتھ
پیش کیا تھا گویا کہ عربوں کی خواہشات
ورحجان کی ایک کامیاب مصور کی
حیثیت سے اپنے الفاظ میں تصویر
کشی کی ہے حضرت عمر نے اپنے ایک
کلمہ سے یہ حقیقت ظاہر کردی ہے
کہ عرب دنیاوی سلطنت و حکومت
سے متنفر رہیں گے جب تک کہ دین
کے رنگ میں اس حکومت کو ان کے
سامنے نہ پیش کیا جائے مناسب
ہے کہ حضرت عمر کی پوری تقریر

تصویری یکشف بجلاء عن
خوافی النفسیة العربیة من هذه
الناحیة ونحن الآن نستطیع
ان نستفید من منطق عمر
الذی استعمله ضد خصومه
السیاسیین فی اکتساب قضیة
الترشیح من حیث هو شاهد
علی ما ندعی من ان النفس
العربیة تنبو عن کل سلطة
علی ابیه شاکلة الا اذا جارت
عن جانب الدین فتلین
شکیمتها و عمر بعد ذلک
یتوسل بانهم عشیرة النبی
فهم احق بتمثیله ومن هذا
ننتزع الدلیل علی ان السلطة
وکلت الی اسرة النبیؐ من
اولی الامر لما نجح هذا الخلاف
ولما ظهرت حرکة الارتداد
فی اغلب الظن وهذا الذی

اس مقام پر نقل کردوں اگرچہ طولانی
ہے لیکن ہمارے موضوع بحث کے لیے
انمول جواہرات ہیں موصوف فرماتے
ہیں کہ اے انصار خدا کی قسم عرب
اس پر ہرگز راضی نہ ہوں گے کہ تم ان
کے حاکم یا امیر بنو۔ اس حالت میں کہ
پیغمبر تمہارے خاندان سے نہ تھے عرب اس
کے مخالف نہیں ہیں کہ ان کا حاکم خاندان
نبوت سے نہ ہو بلکہ وہ اپنا امیر پیغمبرؐ
کے گھرانے کا ہی چاہتے ہیں اس بنا پر
جو ہماری امارت کو قبول کرنے سے انکار
کشی کرے اس کے مقابلہ میں ہم حجت
ظاہرہ و دلیل واضح رکھتے ہیں کون
ہے جو حکومت و امارت محمدؐ میں ہم
سے جب کہ ہم حضرتؐ ہی کی قوم اور
قبیلہ سے ہیں مخالفت کر سکتا ہے
ہاں جو مخالف ہوگا وہ باطل کا رواج
دینے والا گنہگار اور مبتلائے ہلاکت
ہوگا (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۰۹)

ان الامر سیفضی فی النھایۃ الی الحکم علی نظام الاسرۃ بل یعنی ان نتکلم کذلک اکثر انسجاماً مع الروح السائدۃ او ذالک و بالتکتل التاریخی و قرب الامۃ شیئاً بعد شیئ من تھم مذاھب الحکم تنغیر نظر تھا۔

(تاریخ الحسین صفحہ ۸۱، ۸۲، ۸۳)

دیکھئے حضرت عمر صاف صاف اعلان کر رہے ہیں کہ عرب کو اس سے اختلاف نہیں ہے کہ خاندان نبوت میں حکومت و خلافت ہو۔ وہ یہ بتلاتے ہیں کہ عربوں کی تو خواہش ہی یہی ہے کہ ان کا امیر و حاکم بیت نبوت سے ہو حضرت عمر کی اس تقریر سے جو انتخاب خلیفہ کے سلسلہ میں اپنے سیاسی دشمنوں کے مقابلہ میں کی ہے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے کہ اگر خلافت و امارت اول مرتبہ ہی خاندان نبوت کے سپرد کر دی جاتی تو یہ اختلاف نہ پیدا ہوتا اور لوگ دین سے مرتد نہ ہوتے۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ دولت و حکومت کو خواہ مخواہ ایک نسل سے مخصوص کر دوں۔ بلکہ غرض یہ کرنا ہے کہ یہ طریق کار اس زمانہ کے عربوں کے مزاج کے مطابق تھا۔ اور اس کی وجہ سے وہ درجہ بدرجہ ترقی کرتے اور ان کی فکر روشن تر ہوتی۔ اور دولت اسلام کے لئے تشکیلات اساسی مستحکم ہوتے۔

محقق علائلی ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں:۔

وھذا التحلیل یظھرنا علی ان السلطۃ لو انتدت من

اس تاریخی چھان بین سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر روز اول ہی سے

اول الامر الی شخص من اسرة
النبی لکانت اکثر انسجاما مع
الروح العربیة الساذجة
البعیدة عن مذهب الحکم من حیث
انها تمنع جزاء من نظرها الروحی
الذی کانت تنظر به دهرا الی النبی
(تاریخ الحسین ص۵۸)

کارِ خلافت کو خاندان نبوت کی کسی
شخصیت کے سپرد کردینے تو یہ
عربوں کے سادہ مزاج اور روح کے
بالکل موافق ہوتا اور پھر کوئی فتنہ
و فساد نہ ہوتا کیونکہ عرب اُسی نگاہِ
عظمت و احترام سے جس سے پیغمبر کو
دیکھتے تھے اس کو بھی دیکھتے۔"

لیکن خلفاء کی سیاست نے یہ نہیں چاہا کہ اہلبیت کسی خاص امتیاز و احترام کے مستحق رہیں بلکہ ان حضرات کو عوام کے برابر کردیا اور اپنی مصلحت سے مختلف اشخاص میں اہلبیت خلافت کو تسلیم کر کے انتخاب خلیفہ کو مجلس شوریٰ کے سپرد کردیا گیا

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

واعتقد بان الذی سبب کل
هذا حصر عمر الانتخاب فی هولاء
الستة وترشیحهم فان
تسمیة هولاء الی جانب
علی جعلهم یتمتعون ببعض
الثقة الشعبیة ویثقون
بالقسم الی حد کبیر ولا فلو ترک

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ تمام بدبختیوں
کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر نے چھ
آدمیوں میں خلافت کو منحصر کردیا۔ ان
لوگوں کا نام حضرت علیؑ کے نام کے ساتھ
خلافت کے لئے نامزد و شامل ہونے سے
عوام کی توجہ اس طرف ہو گئی کہ وہ
بھی خلیفہ ہونے کا حق رکھتے ہیں اور
حضرت علیؑ کے برابر ہیں۔ اگر حضرت عمر

الانتخاب حراً لما وجد هؤلاء
عدا علي في انفسهم الشجاعة
الكافية التي تحملهم على
خوض غمار الانتخاب ضده ثم
ممتاز كما لا يجدون التشجيع
الكافي من الشعب خصوصاً
وان الزبير قد بايع بالامس
القريب في عهد ابي بكر
المرشح الذي ينزل ضده
اليوم والمنتهي حداً الى مثل
هذا لا يجد الجرأة التي
تحمله على ان يرشح نفسه
ضد علي واذا وجد هذا
فلا يجد التحيز الشعبي
اذن فقد كان ترشيح
عمر لهم بمثابة التزكية
وهذا قد اوجد عند تربيتهم
التي تكلمنا عنها في بحث
الشورى دواقم الاعتبارات

انتخاب خلافت کے مسئلہ کو آزاد چھوڑ
جاتے تو ان میں سے کوئی بھی علیؑ کی
برابری اور مقابلہ کی جرأت نہیں
کر سکتا تھا۔ نگاہِ عامہ بھی ان پر
اس حیثیت سے نہیں پڑتی کہ یہ لوگ
مستحق خلافت ہیں خصوصاً زبیر
جو ابھی کل کی بات ہے کہ حضرت
ابوبکر کے خلیفہ ہونے کے وقت
حضرت علیؑ کی بیعت کئے ہوئے تھے
اور ان کی خلافت کے لئے کوشاں
تھے بیشک اس قسم کے لوگوں میں
کب ایسی جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ
اپنے کو علیؑ کے برابر سمجھیں اور اگر
ایسی جسارت کبھی کریں تو لوگ ان
کی کب ماننے والے اصل عمر کے عمل نے
ان میں یہ جسارت پیدا کر دی اور
یہ لوگ بھی اپنے کو پانچوں سواروں
میں سمجھنے لگے حضرت عمر کی یہ حرکت
گروہ بندی اور تفرقہ سازی

والاصطراع کا باعث ہونے کے علاوہ مستقل
(تاریخ المحسنین ص۱۲۵ (۲۵۲)) جھگڑے اور فساد کا سبب بھی بنی

حضرت عمر کے اس شوریٰ کے متعلق عصر حاضر کا ایک دوسرا مشہور مفکر علامہ شفیق جبری اپنی کتاب "العناصر النفسیۃ فی سیاسۃ العرب" میں لکھتا ہے:۔

ففکرۃ عمر فی ان یجعل امر
المسلمین شوریٰ بین ستۃ
یتزاحمون علی الخلافۃ
غلطۃ نفسیۃ وقد ادرک
معاویۃ ہذہ الغلطۃ فقد
ذکروا ان زیادا وفد ابن
حصین الی معاویۃ فاقام عندہ
ما اقام ثم ان معاویۃ بعث
الیہ لیلاً فخلا بہ فقال لہ
یا ابن حصین قد بلغنی عذرک
ذہنا وعقلاً فاخبرنی عن شیئ
اسالک عنہ قال سلنی عما
بدالک قال اخبرنی ما الذی
شتت امر المسلمین وملاہم

پس عمر کی یہ پالیسی کہ چھ آدمیوں میں
خلافت کو منحصر کرکے کسی ایک کو
شوریٰ سے خلیفہ مقرر کیا جائے
جس میں یہ لوگ آپس میں حصول
خلافت کے لیے ایک دوسرے
سے مزاحمت کریں ایک نفسیاتی
غلطی ہے اور معاویہ نے اس غلطی
کو معلوم کر لیا تھا، جیسا کہ مورخین
لکھتے ہیں کہ زیاد نے معاویہ کے پاس
ایک ڈیپوٹیشن میں ابن حصین کو
بھیجا اس سلسلہ میں ابن حصین
کچھ دنوں معاویہ کے پاس رہے
ایک مرتبہ معاویہ نے ان سے تخلیہ میں
گفتگو کی۔ اے ابن حصین میں نے سنا ہے

وخالف بينهم قال نعم قتل
الناس عثمان قال ما صنعت
شيئا قال فسير على اليك
وقتاله اياك قال ما صنعت
شيئا قال فسير طلحة
والزبير وعائشة وقتال علي
اياهم قال ما صنعت شيئا
قال ما عندي غير هذا يا
امير المؤمنين قال فانا اخبرك
انه لم يشتت بين المسلمين
ولا فرق اهواءهم الا الشورى
التي جعلها عمر الى ستة نفر
ولم يكن رجلا الا رجاها
لنفسه رجاها له قومه وتطلعت
الى ذلك نفسه "هذا هو الرأي
المختم . فالشورى غلطة
نفسية رحمها الله من غلطها"
فالشورى في القديم كانت
غلطة نفسية تنشأ منها

کہ تم لوگ بڑے عاقل ذہین ہو جو کچھ میں
پوچھتا ہوں ذرا اس کا جواب تو دو۔ ابن
حصین نے کہا جو چاہیے دریافت فرمائیے
معاویہ نے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ مسلمانوں میں
خلافت کے بارے میں جو اختلاف اور
یہ پارٹی بندی کیوں ہوئی؟ ابن حصین
نے جواب دیا کہ جی ہاں! یہ اس لیے
ہوا کہ لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا
معاویہ نے کہا نہیں یہ کچھ نہیں جواب دیا
کہ اچھا پھر یہ بات ہوگی کہ علیؓ جو آپ
سے لڑے اور جھگڑے۔ معاویہ نے
پھر کہا یہ کچھ نہیں۔ جواب دیا
تو یہ ہوگا کہ طلحہ و زبیر و عائشہ
جنگ جمل میں جو نکلیں۔ اور
حضرت علیؓ ان سے لڑے یہ سن کر
پھر معاویہ نے کہا کہ یہ بھی کچھ نہیں ابن
حصین کہنے لگے مجھے تو اس کے علاوہ
اور کوئی سبب معلوم نہیں معاویہ نے کہا
کہ اچھا تو پھر میں اصل سبب بتائے دیتا

شتات المسلمين وفرقة اهوائهم والعناصر النفسية في مآسي الحرب صفحہ ۲۲، ۲۳ طبع قاہرہ

مسلمانوں میں جھگڑا فساد، اختلاف اور فرقہ بندی جو کچھ بھی ہے یہ اس شوریٰ کی وجہ سے ہے جس کو عمر نے قرار دیا تھا۔ اور جس میں چھ آدمیوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اپنے لیے خلافت نہ چاہتا رہا ہو اور اس کی قوم بھی اس کو خلیفہ بنانا نہ چاہتی رہی ہو۔ اس طرح ہر ایک آرزومند خلافت ہوگیا (شفیق جبری کہتے ہیں) میرے نزدیک یہ بالکل صحیح رائے ہے۔ در اصل شوریٰ ایک نفسیاتی غلطی ہوئی ہے۔ خدا رحم کرے اس پر جس نے غلطی میں ڈالا۔ بےشک صدر اول میں شوریٰ ایک ایسی نفسیاتی غلط کاری ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف اور پارٹی بندی ہوئی۔

بہرحال سقیفہ کی ہنگامی کارروائی اور شوریٰ کی سمجھی بوجھی سیاست سے جو نتائج برآمد ہوئے اس کو علائلی کے الفاظ میں مختصراً ملاحظہ فرمائیے اور اس سے شہادتِ حسینؑ کے اصلی سبب کو صحیح معلوم کر لیجئے:۔

۱۔ اسلامی اتحاد کا ختم ہوجانا اور مذہب سے بغاوت کرنے کی جرأت پیدا ہونا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

الاختلاف على البيعة يوم السقيفة وامتناع فاطمة و

"روز سقیفہ ابوبکر کی بیعت کے موقع پر مہاجرین و انصار کا اختلاف

"الہاشم عموماً كان له صدى عكسي قوي لدى عند البعيدين شيئاً من الشعور بالاستهانة تجاههم على الانتفاض والخروج والتمرد وربما شهد له ان ارتداد العرب كان بعد يوم السقيفه بعشرة ايام"

(سمو المعنى في سمو الذات ص ۱۳ طبع بیروت)

جناب فاطمہؑ اور بنی ہاشم کا بیعت نہ کرنا، یہ وہ حالات ہیں جنہوں نے عالم اسلامی میں عظیم اثرات رونما کیے، وہ لوگ جو مرکز بیعت شہر مدینہ سے دور تھے ان لوگوں نے سقیفہ کی کاروائی اور ابوبکر کے منتخب ہونے کو بہت ہی حقارت اور ذلت کی نظروں سے دیکھا اور یہی امراء کے ارتداد کا باعث ہوا اور بغاوت و سرکشی کے لئے آمادہ ہو گئے

(اس انتخاب خلافت کے خلاف اتنا ہیجان ہوا کہ) روز سقیفہ کے صرف دس دن بعد ہی قبائل مرتد ہو گئے۔

۲۔ اہل بیت کے ساتھ سختی اور مظالم و بے احترامی

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

اخذ اهل البيت بالشدة (سمو المعنى في سمو الذات ص ۱۳)

اہل بیت رسول کے ساتھ خلفاء کا سختی کے ساتھ پیش آنا

اس موقع پر علائلی نے شہرت کی بنا پر ان واقعات کو نہیں لکھا۔ کیونکہ واقعہ نگاری اصل مطلوب نہیں۔ بلکہ حکومت کی اصل پالیسی اور اس کے نتائج کو ظاہر کرتا ہے۔ محدثین اور مورخین اسلام نے تفصیل کے ساتھ

ان واقعات کو اپنے مصنفات میں لکھا ہے کتاب الامامت والسیاستہ ابن قتیبہ الدینوری، عقد الفرید ابن عبدربہ اندلسی، تاریخ ابن جریر الطبری، تاریخ الکامل ابن اثیر الجزری، مروج الذہب مسعودی ملاحظہ کی جائیں علامہ صدرالدین احمد الحنفی القادری البہاری اپنی کتاب روائح المصطفٰی میں لکھتے ہیں:۔

"وبعد از وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعات بسیار گذشتہ مثل معاملہ فدک وسقط شدن حمل او وتہدید نمودن عمر خطاب بنی ہاشم راکہ در خانہ زہرا اجتماع نمودہ بودند وبالہ وشیون نمودن حضرت زہرا پیش اصحاب طولے دارد ذکرش ناکردن اولیٰ تر است وصیت نمودن حضرت زہرا کہ ہیچ کس بر جنازہ او حاضر نشود دلیل صریح است، برآنکہ حضرت زہرا آزردہ دملول از دنیا رفت، اکنون تاویل ہرچہ خواہند بکنید"

(روائح المصطفٰی ص ۳۶، ۳۷ طبع کان پور)

اس امر کی طرف شمس العلماء حافظ نذیر احمد صاحب مفسر ومترجم قرآن اپنی کتاب "لعیلائے صادقہ" میں ان الفاظ سے اشارہ کرتے ہیں:۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اہل بیت نبوی کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی ایسے ہی ناملائم اتفاقات پیش آئے ان کا ادب اور لحاظ جو ہونا چاہئیے تھا اس میں ضعف آگیا اللہ شدہ شدہ منجر ہوا۔ اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔"

یہی وہ بدسلوکی ہے جس کا افسوس واحساس خود حضرت

ابوبکر کو بھی حالتِ احتضار میں تھا کہ :۔

"کاش فاطمہؑ کے گھر کی بے ادبی نہ کرتا۔ کاش ان کے حق فدک کو دے دیتا۔ اے کاش امرِ خلافت کو رسول اللہؐ سے صاف کر لیتا۔"

* عقد الفرید ابن ربہ، مروج الذہب مسعودی، تاریخ الطبری ؛

۳۔ حضرت ابوبکر کا خلافت حاصل کرنے میں کامیاب ہونا دراصل مخالفین اسلام بنی امیہ کی کامیابی تھی محقق علائی لکھتے ہیں :۔

فلم یفز بنو تیم بفوز ابی	حضرت ابوبکر کا خلیفہ بن جانے میں
بکر بل فاز الامویون وھم	کامیاب ہونا ان کے قبیلہ بنی تیم کی
ولذلک صبغو الدولۃ	کامیابی نہیں تھی۔ بلکہ دراصل یہ
بصبغتھم واثروا فی سیاستھا	بنی امیہ کی کامیابی تھی اس کامیابی
وھم بعیدون عن الحکم	کے نتیجہ میں بنی امیہ کو اس کا
کما یحدثنا المقریزی فی رسالۃ	موقع ملا کہ ان لوگوں نے حکومت
النزاع والتخاصم ومن	کو اپنے رنگ میں رنگا اور اس کی
تاریخ ھذا الفوز الانتخابی	سیاست میں داخل و اثر انداز
بدأت سعایۃ بنی امیہ	ہو گئے اگرچہ ان لوگوں کو حکومت کا کوئی
لتھنئۃ الاسباب الی	حق نہ تھا جیسا کہ علامہ مقریزی النزاع
الانقلاب الذی سیفضی فی	والتخاصم میں لکھتا ہے سقیفہ بنی ساعدہ میں
نھایتہ الی استصوخاھم	مہاجرین کی کامیابی اور ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے

علی السلطة،	سے بنی امیہ کی کوششیں اسلام میں
تاریخ الحسین ص۱۶۸،	انقلاب پیدا کرنے کے لیے شروع ہو گئیں
	جس کے نتیجہ میں وہ حکومت اسلامی
	تابعین متصرف ہو کر مطلق العنان
	حاکم و خلیفہ بن بیٹھے"۔

۴۔ خلفائے ثلاثہ کے دور میں بنی امیہ ہی ولایات اسلامی پر قابض و متصرف تھے، علامہ علائلی لکھتے ہیں :۔

ان اکثریة الامراء والولاة	ابو بکر و عمر و عثمان کی خلافت کے
کانوا من بنی امیہ فی ازمان	زمانے میں امراء و حکام و والی اکثر
ابی بکر و عمر و عثمان واذ علمنا	و بیشتر بنی امیہ تھے۔ اور یہ معلوم
ان اثارة العصبیات المکبوتة	ہے کہ بنی امیہ کے سیاسی پروگرام
کانت جزءً من سیاسة الحزب	میں زمانہ جاہلیت کی عصبیت بھی
الاموی ذی المطامح الکبیرة	شامل تھی۔ وہ بڑی بڑی آرزوؤں
استطعنا ان نقطع بان هؤلاء	کو دل میں پوشیدہ کئے ہوئے
الولاة کانوا وهم یمارسون	تھے بالکل یقین ہے کہ ابو بکر و عمر
امارتهم فی زمن ابو بکر	کے عہد کے یہ حکام اور گورنر اپنے
و عمر لا ینفکون یحیون کوامن	سینوں کے اندر کینہ کو زندہ کیے ہوئے
النزعات و یربّبونها	تھے اور اس گمان میں تھے کہ تمام مجمع
لیلهبوا المجتمع الاسلامی	اسلامی کو دفعتہً آگ لگا کر فنا کر دیں

الزاخر بما فیہ من شؤون

(تاریخ الحسین ۹۵)

۵ - خلفاء نے اسلامی معاشرے و تمدن میں دینی مزاج پیدا کرنے کے بجائے عربوں کو غیر تربیت یافتہ جنگ جو قوم بنا دیا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں :-

التعجیل بالفتوح قبل الاختمار الدینی لیؤلف من مجموع الصفات النفسیۃ الافراد صفۃ عامۃ وھی التی یعبر عنھا بخلق الامۃ ادی الی التخرج ھذا الخلیط الکبیر من العرب وینتشر فی بقاع واسعۃ من الارض حاملا غریزتھم الاجتماعیۃ التی کانت لاتزال اکثر اتصالا باسباب نفسہ ولقد تمدون نتصبغ کل صفاتہ الادبیۃ بصبغتھا	خلفاء کا قبل اس کے کہ عرب دینی عقائد و اسلامی اخلاق میں پختہ ہوں اور قبل اس کے کہ ان کا ایک مزاج دینی بنے۔ جہانگیری و لشکر کشی کے لیے آمادہ کر دینا اور غیر اسلامی صفات و اخلاق کے ساتھ ان لوگوں کا چاروں طرف زمین پر پھیل جانا اور گرد و پیش کے ماحول کو اپنے رنگ میں رنگ دینا۔

(تاریخ الحسین ص۹۳)

۶ - دینی تربیت و مذہبی تبلیغ جو رسول اللہؐ کے عہد میں تھی اس کا عہد

خلفاء میں بند ہو جانا۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:-

عدم عناية حكومة الخلفاء ببث الدعوة وغرس التربية الدينية التي كانت لازمة لذلك المجتمع لزوم التربية الوطنية في نظام القوميات الجديدة على يد دعاة يثبوت عندهم العقيدة وتختمر بها النفوس ثم وأتت أكلاً هنيئا حتى يتوافر في نفوس المسلمين عاملا ملاء الدين فيكونون كما قال علىؑ عظم الخالق في نفسهم فصغر ما دونه في أعينهم وكذلك فعل النبي ببعث المرشدين والمعلمين والمبشرين في انحاء الجزيرة فلم يكن عليه الصلوٰة والسلام ليقبل الاسلام من الافراد على انه اعمال وطقوس بل على انه عقيدة ومبدأ لو هذا لا يتم الا باعمال تبشيرية

خلفاء کا تبلیغ اشاعت، مذہب ونشر تعلیمات دین اور اساس روح اسلام پہ لوگوں کو تربیت کرنے سے بے اعتنائی برتنا جو اس زمانہ کے مسلمانوں کے لیے ویسا ہی ضروری تھا۔ جیسا کہ اس زمانہ میں نظام ملت وقومیت کو درست کرنے کے لیے جذبۂ وطن پرستی ہے اور یہ تعلیم وتبلیغ ایسے دیندار پاک عقیدہ لوگوں کے ذریعہ سے دلانی چاہیے تھی جن میں دین راسخ ہو چکا تھا اور عقائد مذہب ان کے گوشت وپوست میں پیوست تھے جس سے دستبرادیٔ دین وتعلیمات مذہب تمام مسلمانوں میں جاری وساری ہو جاتے اور یہ لوگ ایسے ہوتے جیسا کہ حضرت علیؑ نے سچے دینداروں کی تعریف میں فرمایا ہے ان کی نگاہوں

واسعة وليس بين ايدينا ما يثبت ان حكومة الخلفاء عنيت بهذه الناحية التبشيرية عناية مقصودة "

(سمو المعنی فی سمو الذات ۳۶)

میں سوائے خدا کی عظمت و بزرگی کے ماسوا بالکل ہیچ و پوچ تھا" حالانکہ خود رسول خدا نے تعلیمات دین و تبلیغ مذہب کے لیے معلمین و مبشرین و مبلغین کو اطراف جزیرۃ العرب کی طرف روانہ کرنے میں بہت زیادہ توجہ فرمائی تھی۔ اور حضرتؐ لوگوں کے اسلام کو ان کے سچے عقیدہ و خلوص کی بنا پر قبول فرماتے تھے۔ نہ کہ جبر و قانونی شکنجہ کی بنا پر ان کو مجبور کر کے داخل اسلام کرتے تھے۔ اور یہ امر بغیر مبشرین کے پورا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے سامنے کوئی سند اور ثبوت اس امر کے لیے موجود نہیں ہے کہ خلفاء نے اس کو اہمیت دی ہو اور کوئی توجہ تبشیرات دین و تعلیم عقائد کی طرف براہ راست کی ہو۔

علامہ علائلی تاریخ الحسینؑ نقد و تحلیل میں اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

وقد ذكرت في كتاب سمو المعنى في سمو الذات طائفة من الاخبار تشهد بان الاعراب ظلوا لم يتمكنوا من الدين وقد كبر على كثيرين التقول بان الخلفاء لم يعنوا بهذا اللون من التربية

"ہم نے اپنی کتاب سمو المعنی فی سمو الذات میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ تاریخی شہادتیں اس پر موجود ہیں کہ عرب دینداری میں مستحکم نہ تھے اور بہت سے لوگ یہ نہیں پسند کرتے کہ یہ کہا جائے کہ خلفاء نے پرورش دین کی طرف سے

تغافلوا عن الاشخاص الذين
اوصلوا الدين الى الجهات المختلفة
واعطوا انشاء الجمعية الاسلامية
الكبرى ونحن لم ننكر بان الخلفاء
عنوا بالفتح وهو يستتبعه دائماً
دخول اقوام لا عداد لهم في
دين الغالبين ولكنّ دخولهم
على هذا الشكل لا يعني اكثر
من انهم مسلمون بالكم فقط
وهذا ما لم نعن به وانما نظرنا
الى دروس اسلامية هؤلاء
واولئك من حيث آثارها
في الضمير والنفس انتهاءً الى ان
المدار على الضمير الديني
وحده الذي يجب تخصيبه
ومده بخير التعاليم الصالحة
لا ادعائه بقوله عليه السلام
رجعنا من الجهاد الاصغر
الى الجهاد الاكبر وبهذا انتهى

غفلت برتی۔ وہ یہ سن کر پوچھنے لگتے
ہیں کہ پھر وہ کون ہے جس نے سارے
جہان میں اسلام کو پھیلایا ہے اور کس
نے جامعہ اسلامی کو اتنا بڑھایا ہے
دراصل یہ خلفاء کی جہانگیری تھی انکا
نہیں کر سکتا۔ یوں ظاہر ہے کہ ان کی
تاخت وتاراج وجہانگیری ہی کے
نتیجہ میں بہت سی مغلوب اور پسپا
شدہ قومیں اپنے اوپر غلبہ پانے
والی قوم مسلمانوں کے مذہب کو
قبول کرنے کے لیے مجبور ہوئیں یہ
تو قہر و غلبہ کا لازمی نتیجہ تھا درحقیقت
اس صورت میں جو مسلمان ہوئے ان
سے تو صرف مسلمانوں کی مردم شماری
کا اضافہ ہوا۔ نہ کہ روحانیت دین نے
ترقی کی ہم تو ان کے یا ان کے اسلام
کو اس حیثیت سے معلوم کرنا چاہتے ہیں
کہ ان کے ضمیر اور دل کی گہرائیوں
میں تعلیمات اسلام کا کتنا اثر ورسوخ تھا۔

النبیؐ عن خطته الرشیدة فی الفتح والتهذیب لا تیکرات سیاسة الخلفاء کانت سیاسة فتح فقط وعلیه فقط ترکت اهم الجانبین من السیاسة النبویة

(تاریخ الحسین ص۵۹)

خود پیغمبرؐ نے بتلایا ہے کہ اسلام و مسلمانوں کا دار و مدار ظاہر نہیں بلکہ باطن و ضمیر دینی پہ ہے جس کی صحیح پرورش و سیرابی کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے "اب ہم جہاد اصغر سے پلٹ کر جہاد اکبر کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں"۔

پیغمبرؐ نے اپنے اس مختصر جملہ میں اپنے نظریہ کو جو تہذیب و فتوحات کے متعلق ہے آشکارا و ظاہر کر دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خلفاء کی سیاست صرف جہانگیری تک محدود تھی۔ اور پرورش دین کے متعلق پیغمبرؐ کی سیاست جو در اصل ایک اہم جنبہ ہے اس کو ان لوگوں نے ترک کر دیا تھا"۔

۷۔ خلفاء نے اسلامی مساوات کو ختم کر کے مسلمانوں میں طبقات کو قائم کیا جس کی وجہ سے سرمایہ دارانہ نظام رائج ہوگیا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

هذا التنظیم المالی أحدث تمایزاً کبیراً وأقام المجتمع العربی علی قاعدة الطبقات بعد أن کانوا سواء فی نظر القانون الشرعیة فقد أوجد ارستقراطیة وشعبیاً

حضرت عمر کا تقسیم اموال کا طریقہ عظیم امتیازات کے پیدا ہونے کا سبب ہوا اور مسلمانوں کی سوسائٹی کی تقسیم طبقات پہ ہوگئی حالانکہ شریعت اسلامی و قرآن و سنت رسولؐ نے ہر قسم

وعامۃ" کے طبقات وامتیازات کو ختم کر کے سب کو مساوات کا درجہ دے دیا تھا (تاریخ الحسین ص۱۷۶)

لیکن اس طریقہ کار نے مساواتِ اسلامی پر ضرب کاری لگا کر اشراف (سرمایہ دار و جاگیردار) متوسط خوشحال طبقہ اور تہی دست و مفلس عوام میں طبقہ طبقہ کر کے تقسیم کر دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اصحابِ رسولؐ کی دولت و سرمایہ داری کا اندازہ لگانا مشکل ہو گیا۔ زبیر بن عوام نے بصرہ۔ کوفہ، مصر، اسکندریہ ہر جگہ متعدد عالیشان محلات شاہی کو تعمیر کرایا۔ ان کی اصل پونجی کا شمار پچاس ہزار اشرفی ایک ہزار عربی گھوڑے۔ ایک ہزار لونڈیاں تھیں۔ اور طلحہ بن عبداللہ نے شہر مدینہ اور کوفہ میں ہر جگہ رفیع الشان محل بنوائے۔ اور صرف عراق کے پیداشدہ غلہ و اجناس کی آمدنی روزانہ ایک ہزار اشرفی ہوتی تھی۔ زید بن ثابت کے مرنے کے بعد جو سرمایہ چھوڑا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سونے اور چاندی کا وہ اتنا ڈھیر چھوڑ گئے تھے جو تبر کے کاٹنے سے کٹتا تھا۔ اور ایک لاکھ اشرفی کی قیمتی جائداد اس کے علاوہ تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک بہت وسیع اور عالیشان قصر تعمیر کرایا اور اس کے اصطبل میں سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ اور بالدہ میں دس ہزار بھیڑیں اور بکریاں تھیں۔ اور ان کے مرنے کے بعد ترکے کے چوتھے حصہ کی قیمت ۸۴ ہزار اشرفی ہوئی۔ اور یعلی بن امیہ جب مرے ہیں تو انہوں نے ہزار دینار سُرخ نقد علاوہ ازیں جائداد کے چھوڑے اور ان سب کے علاوہ ایک لاکھ دینار لوگوں پر ان کا قرضہ

تھا (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص۳۴۲)

خود حضرت عثمان اتنی دولت رکھتے تھے کہ ان کا لقب ہی غنی (یعنی بیحد دھنی) ہوگیا تھا۔ موصوف نے صرف شہر مدینہ میں سات عالیشان محلات شاہی تعمیر کرائے تھے۔ بکثرت لونڈی، غلام اور باغات اور چشمے تھے۔ اصطبل میں گھوڑے اور اونٹ بے شمار تھے جس دن یہ قتل ہوئے ہیں ان کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار اشرفیاں اور دس ہزار درہم تھے وادی القریٰ اور حنین میں زمین وجائداد تھی، جس کی قیمت ایک لاکھ اشرفیاں تھیں اور جواہرات وزیورات اس کے علاوہ - جن کی قیمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

۸ ـ خلفاء کے دور میں منجملہ دیگر چیزوں کے عورتوں کی غیر اسلامی روش اور شورش دقیادت نے بھی مسلمانوں کو متاثر کیا جس کے نتیجہ میں بدترین نتائج سے دوچار ہونا پڑا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

ظہور المرأۃ وھی لاتتسع	"عورتوں کی کارستانی" عورت کے
الافکار الکلیۃ العامۃ وانما تفکر	لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ مردوں
تفکیراً جزئیاً خالصاً فکان لھا	کا سا دل ودماغ پیدا کرسکے۔ اس
اثر فی التوجیہ الجدید وقد	کے دل ودماغ میں اتنی گنجائش کہاں
ظہرت المرأۃ بحرکات کبیرۃ استقلالیۃ	کہ اہم امور سما سکیں ان کو تو چھوٹے اور
فی مناسبتین لیوم الردۃ فی	معمولی کاموں کے سوچنے کی سوجھ بوجھ

مما سببين يوم الردة في امرأتين
احدهما سجاح بنت الحارث و
تقدم خبرها والاخرى هي سلمى
ابنة مالك بن حذيفة سبيت
ايام رسول الله ووقعت لعائشة
فاعتقها وقد قادت جموع
غطفان وهوازن وسليم واسد وطي
ثائرة فنزل خالد بن الوليد
عليها وعلى جملها فاقتتلوا
وهي واقفة على جمل امها وكانت
موهوبة عظيمة المنزلة تستنهض
الجموع وتعز الحماس وقد
قتل حول جملها مائة رجل
ثم قتلت وتفللت الجموع
وارتدت هذه المرأة بتجبته
لتفكير رهي او قل سطحي فهي
تريد ان تثأر لاخيها حكمة
الذي قتل ايام النبيؐ
(تاریخ الحسین ص ۱۹۶)

ہوتی یہی وجہ ہے کہ اسلام کے جدید
نظام معاشرت میں عورتوں کو دخیل
ہو جانے سے اسلام کو عجیب کشمکش میں
مبتلا ہو جانا پڑا۔ دور اول اسلام میں
عورت بڑی بڑی تحریکوں کے چلانے
کا سبب ہوئی اول اول فتنۂ ارتداد
کے موقع پر دو عورتوں نے یہی حرکتیں
کیں ایک سجاح بنت حارث جس کا تذکرہ
ہو چکا ہے (جس نے نبوت کا دعویٰ
کیا تھا اور جس نے ایک دوسرے نبی
مسیلمہ کذاب سے مصالحت کر کے عقد
کر لیا تھا) دوسری سلمیٰ بنت مالک
بن حذیفہ (طبری جلد ۳ ص ۲۲۳ و ۲۲۷)
جو رسول اللہؐ کے زمانہ میں گرفتار
ہوئی تھی اور بی بی عائشہ کو کنیزی
میں ملی تھی جس کو موصوفہ نے بعد میں
آزاد کر دیا تھا۔ یہی وہ عورت ہے
جس نے بعد وفات پیغمبر تمام قبائل غطفان
ہوازن سلیم۔ اسد وطی کی حکومت

کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر کے ایک شورش و غدر پیدا کر دیا تھا اور خود باغیوں اور شورش پسندوں کی قائد و سردار بن گئی۔ اور خالد بن ولید اسلامی لشکر کے ساتھ اس سے مقاتلہ و مقابلہ کرنے کے لیے آئے۔ جنگ کے موقع پر سلمیٰ اپنی ماں کے اونٹ پر سوار ہو کر نکلی۔ یہ لوگوں میں جوش و خروش پیدا کر کے لڑنے کے لیے آمادہ کرتی تھی۔ اس حالت میں سلمیٰ کے اونٹ کے چاروں طرف جو محافظین تھے ان میں سے سو آدمی قتل کیے گئے۔ اور آخر کار جب خود بھی ماری گئی اس وقت اس کی فوج پراگندہ ہوئی۔ یہ عورت صرف اس معمولی و سطحی بات پر کہ اس کا بھائی حکمتِ رسول اللہؐ کے زمانہ میں بحالت کفر مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا خود مرتد ہوئی اور اتنے بڑے فتنہ و فساد اور خونریزی کا سبب ہوئی۔ آگے چل کر محقق علائلی لکھتے ہیں:—

(ب) "ظهور المرأة" يوم الجمل في شخص عائشة فانها لعبت مثل دور عتيقتها سلمى ابنة مالك فقد خرجت على حكومة علي كما خرجت الاخرى على حكومة ابيها ولعرض مشابه تقريباً فتلك تثار لاخيها وهذه تثأر لعثمان وقد عقدت الصلة بينهما زمناً طويلاً

دوسرے ایک عورت کی کارستانی بی بی عائشہ کی شخصیت میں جنگ جمل میں ظاہر ہوئی حضرت عائشہ نے بھی مثل اپنی آزاد کردہ لونڈی سلمیٰ بنت مالک کے عمل کیا اور حضرت علی کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جس طرح سلمیٰ نے حضرت عائشہ کے باپ ابوبکر کے خلاف کیا تھا سلمیٰ کا مقصد یہ تھا

فقد كانت تختلف الى عائشة كثيرا
وتنزل عليها دائما ولا يبعد عندي
ان يكون في جملة الرغبات التي
دفعت عائشة الى الخروج انها
كانت معجبة بالدور الذي
لعبته سلمى وقد كان دورا معجبا
حقا لهج به الناس كثيرا حتى قيل
بلغ من عزها انه قطع مائة
من الابل من يحو على نفس
جملها والمرأة ذات تفكير
جزئي تشيع فيه الميول والعواطف
لذلك لا استبعد ان تكون عائشة
قد انطوت على اعجاب عميق
بسلمى وهذا الاعجاب تعاملا
نفسيا كبيرا هون عليها سبل
الخروج وتطلب دورا مماثلا
تكون فيه القائدة وعلى جمل
ايضا لتحي دعته كثيرون يكان
المصير واحدا تقريبا وهذا

کہ اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لے
اور حضرت عائشہ کی غرض بھی یہی تھی
کہ عثمان کے خون کا بدلہ حضرت علی
سے لیں سلمی اور حضرت عائشہ میں
بہت زیادہ ملاپ تھا ایک مدت تک
باہم شیر و شکر رہ چکی تھیں اور جب
بھی سلمی مدینہ آتی تو بی بی عائشہ ہی کے
یہاں ٹھہرتی تھی بعید نہیں کہ منجملہ دیگر
اسباب کے بی بی عائشہ کے خروج و شورش
کا سبب ہوں ایک سبب یہ بھی ہو کہ
عائشہ کو سلمی کا یہ کھیل پسند آیا ہو
اس لیے خود بھی یہی پسند کیا کہ یہ کھیل کھیلیں
بات تو یہ ہے کہ یہ اچھا مشہور کرنے
والا کھیل تھا جس کے چرچے زبان زد
ہو گئے ہر ایک یہی کہتا تھا واہ کیا
غیرت والی عورت تھی کہ سو اونٹ اس کی
سواری کے اونٹ پر سے خدا ہو گئے جمل
یہ ہے کہ عورت جذبات سے متاثر ہونے
والا ہلکا دل و دماغ رکھتی ہے

من اغرب المصادفات التاریخیۃ
ولیتنبہ الی اننا لا نقول بان
اعجاب عائشۃ بسلمی کان عاملا
من عوامل خروجہا بل نقول
کان نعتبرہ فی جملۃ الدوافع
التی ترکہ منہا عزمہا فخروج
عائشۃ کامرأۃ للقیادۃ العامۃ
شیء جدید فی المجتمع الا
سلامی الاول فظہور المرأۃ
شیء جدید اثار مسألۃ
جدیدۃ ما فی ذالک شک"
(تاریخ المحمدیون ص ۱۹۶، ۱۸۶)

اس لیے بعید نہیں کہ بی بی عائشہ نے
سلمیٰ کی جنگی حرکات کو نہایت پسند کیا
ہو اور اس فعل کی خوبیاں ان کے دل
و دماغ پر مسلط ہو کر نفسیاتی حیثیت سے
خروج و بغاوت کو ایک آسان امر
بنانے میں سازگار ہوئی ہوں - اس
لیے موصوفہ کے دل میں یہ بے چینی
ہوئی ہو وہ بھی کیوں نہ مثل سلمیٰ کے
کسی فوج و لشکر کی قیادت فرمائیں اور
مثل سلمیٰ کے معرکہ جنگ و خونریز
میدان میں اونٹ پر سوار ہو کر نکلیں
اور بہت سے لوگ ان کی حمایت میں

ذریعہ ہو جائیں۔ دونوں خاتونوں کا انجام ایک ہی سا ہوا ان دونوں مختلف واقعات کا ایک ہی سا ہونا ایک عجیب حیرت ناک تصادف و اتفاق ہے میں ایک مرتبہ پھر متنبہ کردوں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف سلمیٰ کے فعل کو پسند کرنا ہی بی بی عائشہ کے خروج کا سبب تھا بلکہ مقصد میرے کہنے کا یہ ہے۔ کہ سلمیٰ کے حرکات بی بی عائشہ کی رغبت کا سبب بنے اور اسی کے مطابق بی بی صاحبہ نے نقشہ جنگ بنایا۔ حضرت عائشہ جو ایک عورت ذات تھیں۔ ان کا ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے بغاوت کے لیے نکلنا صدر اول کی

اسلامی سوسائٹی میں ایک نئی بات تھی جس نے مسلمانوں میں نئے نئے مسائل پیدا کر دیئے ''۔

حضرت ابوبکر کی بیٹی حضرت عائشہ اسلامی تاریخ میں مختلف خصوصیات کی وجہ سے مشہور ہیں۔ یہی وہ بی بی ہیں جو اپنی ناتجربہ کاری اور کمسنی کے عہد میں رسول اللہؐ کی زوجیت میں رہیں۔ آپ کو اسلامی فقہیات میں اجتہاد کے درجہ پر مانا جاتا ہے آپ ہی اسلامی سیاست میں ایک بہت بڑے انقلاب کا سبب بھی ہوئیں۔ یہ موصوفہ ہی کی سوجھ بوجھ کا اثر ہے کہ ان کے والد خلیفہ بن جانے میں کامیاب ہوئے اور فطری نسوانی کمزوری کی وجہ سے آپ نے شوہر کی اولاد کے ساتھ اچھے سلوک نہیں کیے۔ اول و دوم خلافت میں آپ کو حکومت کی طرف سے جو منفعت اور رعایت تھی اس میں تیسری خلافت میں کمی واقع ہو گئی۔ اس کی وجہ سے آپ حضرت عثمان کے خلاف ہو گئیں۔ اور آپ نے ان کو قتل کر دینے کا فتویٰ ان الفاظ میں دیا ''اقتلوا نعثلاً فقد کفر'' لوگو! اس یہودی نسل (حضرت عثمان) کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا مسلمانو! دیکھو یہ رسول اللہؐ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے لیکن عثمان نے سنت رسولؐ کو مٹا ڈالا۔ (الصدیقہ بنت الصدیق العقاد المصری صفحہ ۱۲۳ طبع مصر)

حضرت عائشہ کی مخالفت سے مخالفین عثمان کو تقویت ہوئی۔ طلحہ و زبیر بھی مخالفین کا ساتھ دے رہے تھے۔ اگرچہ حضرت علیؑ نے اس فساد کو دبانا چاہا، دونوں فریقوں کو سمجھایا۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بنفس

نفیس غوالنہین کو سمجھانے گئے ۔ اور عثمان اور ان کے عیال کو پانی پہنچایا لیکن پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا ۔حضرت عثمان کو قتل الدار ہوتا ہوا ۔ اب یہ اجماعی خلافت بالاتفاق امت حضرت علیؑ کے سپرد کی جاتی ہے علی بظاہر جس اصول و نظریہ کے ماتحت جتھے خلیفہ منتخب ہوئے تھے ۔اس سے حضرت عائشہ کو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی چاہیئے تھی لیکن حضرت عائشہ کسی طرح بھی آل محمدؐ کے اقتدار کو نہیں دیکھ سکتی تھیں اس لیئے مقتول خلیفہ کے خون کا انتقام لینے کے بہانے سے جنگ جمل میں حضرت علیؑ سے برسرپیکار ہو گئیں طلحہ و زبیر بھی ممدوحہ کا ساتھ دیتے تھے ، اور اس طرح علیؑ اور ان کے ساتھیوں کو خون عثمان کا ذمہ دار قرار دے کر بنی امیہ کی کینہ پرور قوم کو اس پر آمادہ کر دیا جاتا ہے کہ وہ اموی خلیفہ عثمان کے خون کا بدلہ علیؑ اور اولاد علیؑ سے لیں ۔ دیکھئے کس کامیابی کے ساتھ یہ کھیل کھیلا گیا کہ ایک جنگ جمل کے ختم ہو جانے کے بعد اسی طلب انتقام خون عثمان کے بہانہ سے معاویہ اموی صفین کے معرکوں میں امیرالمؤمنینؑ سے برسرپیکار رہا ۔ یہاں تک کہ مسجد کوفہ میں امیرالمؤمنینؑ شہید ہو جاتے ہیں ۔ امیرالمؤمنین کی شہادت کے بعد بنی امیہ بعوض خون عثمان امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور تمام اولاد عبدالمطلب کو شہید کرنے کی فکر میں رہے جس کا کبھی کبھی وہ اظہار بھی کر دیا کرتے تھے ۔ چنانچہ مطلب خوارزمی لکھتے ہیں کہ ایک دن معاویہ کے دربار میں عمرو بن عاص ، عتبہ بن ابی سفیان ، ولید بن عقبہ ، مغیرہ بن شعبہ سب کے سب مجتمع تھے معاویہ نے امام حسنؑ کو طلب کیا ۔ جب حضرت تشریف لائے تو معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا :-

ثم دعوا علی یخبروک ان عثمان قتل مظلوما وان اباک قتله فاسمع منهم

"ان لوگوں نے آپ کو اس لیے زحمت دی ہے کہ آپ کو آگاہ کریں کہ عثمان مظلوم قتل کیے گئے اور آپ کے باپ نے ان کو قتل کیا۔ اب آپ ان کی باتوں کو سنیے۔"

عمرو عاص نے کہا:-

انکم بنی عبد المطلب لم یکن الله لیعطیکم الملک بقتلکم الخلفاء واستحلالکم ما حرم الله من الدماء

"اے بنی عبد المطلب خلفاء کو قتل کرنے اور خونریزی کرنے کی وجہ سے خدا تم کو حکومت نہیں عطا کرے گا۔"

عتبہ بن ابی سفیان نے کہا:-

انکم بنی عبد المطلب قتلتم عثمان فوالله ان لنا فیکم دم عثمان وان فی الحق ان نقتلک به فاما ابوک فقد تفرد الله به وکفانا ایاه واما انت فوالله ما علینا ان قتلناک بعثمان حرج ولا اثم"

"اے بنی عبد المطلب تم قاتلان عثمان ہو۔ خدا کی قسم ہمارے طلب قصاص کے لیے یہ کافی ہے کہ تم پر خون عثمان ہے۔ اس لیے ہم حق پر ہوں گے اگر ہم تمہیں قتل کریں۔ اے حسنؑ! تمہارے باپ سے تو خدا نے سمجھ لیا لیکن تم یس اگر ہم تم کو عثمان کے بدلے میں قتل کر ڈالیں تو کوئی گناہ و حرج نہیں ہے۔"

ولید بن عقبہ نے کہا:-

"کنتم اول من حنق علیه وحسده وکنتم قتلته فکیف ترون الله طالب دمه"

"تم نے بنی عبدالمطلب سب سے پہلے تم نے عثمان سے عداوت و حسد کو ظاہر کیا اور تمھیں ان کے قاتل ہو"

مغیرہ بن شعبہ نے کہا:-

"ثم طعن علی عثمان حتی قتله وقد جعل الله سلطانا لولی المقتول فی کتابه المنزل فمعاویه ولی المقتول بغیر حق فلو قتلناك واخاك کان من الحق والله مادم ولد علی عندنا بخیر من دم عثمان"

"(اے حسن) تمہارے باپ علی نے عثمان پر الزام لگا کر ان کو قتل کر دیا اور اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ مقتول کے ولی کو خدا نے قوت و غلبہ عطا کیا ہے پس معاویہ عثمان مظلوم کے ولی ہیں۔ اس لیے اگر ہم لوگ آپ کو اور آپ کے بھائی حسین کو قتل کر ڈالیں تو یہ حق ہوگا۔ خدا کی قسم عثمان کے خون سے اولاد علی کا خون بہتر نہیں ہے"

(مقتل الحسین للخوارزمی الجزء الاول صفحات ۱۱۶، ۱۱۷ طبع عراق)

اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ اپنے مقصد میں کیونکر کامیاب ہوئیں۔ اور بنی امیہ کو کس طرح اولاد رسولؐ کے خون بہانے کا بہانہ ملا۔ امیر المومنین اور امام حسنؑ کی شہادت کے بعد ایک مرتبہ پھر بی بی عائشہ شورش پسند امویوں کے جتھے کے ساتھ نکل آئیں۔ جب امام حسینؑ اور بنی ہاشم امام حسنؑ کو دفن کرنے کے لیے مزار رسولؐ کی طرف لیے جا رہے تھے مروان اور بی بی عائشہ اموی جماعت کے ساتھ جارحانہ اقدام کرتے ہوئے حسینؑ کے مقابلہ میں آگئیں

حالت یہ تھی کہ امام حسنؓ کا جنازہ تیروں کا نشانہ بن گیا۔ ممکن ہے کہ ہاشمی جوان نو اہل بیتؓ زخمی بھی ہو گئے ہوں۔ اس مرتبہ حضرت عائشہ اونٹ پر نہیں بلکہ خچر پر سوار تھیں اور مجمع یہ آواز بلند کر رہا تھا۔

أيدفن عثمان في أقصى البقيع	"عثمان تو بقیع سے بعید دفن ہوں اور
و يدفن الحسن في بيت رسول الله	حسنؓ رسول اللہ کے گھر میں دفن کیے
والله لا يكون ذلك ابدا	جائیں، خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہو سکتا"۔

(مقاتل الطالبین ابو الفرج الاموی ص۵۱)

یہاں تک کہ یہی جذبۂ انتقام کربلا میں بھی نظر آتا ہے چنانچہ بندش آب کے سلسلہ میں جو حکم نامہ لکھا گیا ہے اس میں یہ تشریح ہے:-

خل بين الحسين و اصحابه و	حسینؓ و اصحاب حسینؓ اور پانی کے
بين الماء ولا يذوقوا منه	درمیان حائل ہو جاؤ۔ یہ لوگ ایک قطرہ
قطرة كما صنع بالتقي الزكي	بھی پانی کا نہ چکھ سکیں۔ جیسا کہ
المظلوم امير المومنين عثمان	تقی زکی مظلوم امیر المومنین عثمان
بن عفان	بن عفان کے ساتھ کیا گیا ہے!"

(تاریخ الطبری جزو اول از جلد ثانی ص۳۱۲ طبع جرمن)

کربلا میں حسینؓ کی شہادت کا واقعہ کسی اتفاق کا نتیجہ نہ تھا۔ یا دفعتہً واقع ہو گیا بلکہ اسلام کے خلاف ایک سازش تھی جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا شریعت و روحانیت اسلام کو مٹانے کے لیے جماعت پہلے ہی سے مسلسل کوششوں کی

سلسلہ جاری تھا۔ جس میں تدریجاً آثارِ اسلام کو مٹایا جا رہا تھا۔ دراصل جماعتِ اسلام میں کفار و مخالفین اسلام کا ایک گروہ نفاق کے لباس میں موجود تھا جو بظاہر اپنے کو کلمہ گو ظاہر کرتا تھا۔ لیکن بباطن بیخ دینِ اسلام کو اکھاڑ دینا چاہتا تھا۔ اس مخالف جماعت کا نقشہ علامہ علائلی ان الفاظ میں بتلاتے ہیں:۔

هذا بحث لا يعنينا منه الا ان نحس حالة الشك عند العرب قبل الاسلام ومقدار ما بقي منها في النفوس بعده وقد ظهر لنا مما سبق ان حالة الشك كانت متحكمة الى حد كبير في عهد النبي شكلا آخر هي نفاقا" (تاریخ الحسین ص۱۱۳)

"مقصد اس بحث کا یہ ہے کہ ہم سمجھ سکیں کہ عربوں کو دینی مذہب کے متعلق قبل اسلام کس قدر شک تھا اور یہ شک دینی بعد اسلام ان میں کتنا باقی رہ گیا تھا ہماری اس بحث سے ظاہر ہو گیا ہے کہ عربوں میں یہ شک دینی کس قدر محکم و پائیدار تھا۔ اور ان کے دل و دماغ اس کی وجہ سے کس قدر تیرہ و تار تھے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ شک دینی پیغمبرؐ کے عہد میں (ظاہری مسلمانوں میں) ایک دوسری شکل میں ظاہر ہوا جس کو نفاق کہتے ہیں":

عربوں کی یہ بے دینی جو بصورت نفاق ظاہر ہوئی جس کو علامہ علائلی شک دینی سے تعبیر کرتے ہیں۔ عہدِ رسالت میں اگرچہ کتنی ہی کمزور و بے اثر ہو لیکن منافقین اپنی قوت کو بڑھانے اور اپنے دلی مقصد کو پورا کرنے میں برابر جد و جہد کرتے رہے چنانچہ معاویہ کے عہد میں یہ حالت

ہو چکی تھی کہ اب دین اسلام کا کوئی لحاظ نہیں رہ گیا تھا۔ علامہ محمد بن عقیل الحضرمی لکھتے ہیں :-

وکان معاویۃ واصحابہ غیر	معاویہ اور ان کے ساتھی ظاہر دین
متقیدین بدین ولا ملتزمین	کے پابند نہ تھے اور نہ دل ہی سے شریعت
فی الباطن الشرایعۃ بل کانوا	اسلام کے معتقد تھے۔ بلکہ یہ لوگ
یستعملون المکر والخبث والغدر	مکاری، خباثت، غداری، جھوٹ
والکذب والتغریر والتاویل	دھوکہ، فریب پر عمل کر کے مقصد
ما ینجحون بہ وجوہ مصالحھم	برآری کرتے رہتے تھے۔ چاہے
سواء کان جائز فی الشرع	یہ امور شرعاً جائز ہوں یا ناجائز نیا
او محظورا وسواء کان فیہ	اس سے خدا راضی ہو یا ناراض نہیں
سخط اللہ تعالیٰ او رضاہ"	اس کی کچھ پروا نہ تھی۔

(النصائح الکافیہ ص ۱۶۸ طبع حیدرآباد)

معاویہ کے عہد میں اہل دین اصحاب پیغمبر ذلیل و رسوا تھے ان کو مقید و قتل کیا جاتا تھا۔ دین کی مختلف طریقوں سے اہانت کی جاتی تھی (دیکھا جائے امام حسینؑ کا وہ مکتوب جو آپ نے معاویہ کو تحریر فرمایا ہے۔) غداران اسلام منافقین اور دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ (ابن سرجون و ابن اثال وغیرہما) اس کے مشیر و دبیر تھے۔ یہاں تک کہ مرتے وقت معاویہ کے گلے میں صلیب لٹکتی نظر آئی۔

(محاضرات امام راغب اصفہانی)

یزید بھی اپنی نسل خصوصیات اور تعلیم وتربیت و ماحول کے اعتبار سے بالکل بے دین تھا۔ باپ کی طرف سے شک و بے دینی و نفاق کو میراث میں پایا تھا اس کی ماں میسون کلبیہ ایک صحرائی قبیلہ بنی کلب کی بدویہ تھی۔ بنی کلب بادیہ نشین قبیلہ تھا۔ جو قبل اسلام مسیحی تھا۔ ان کے عادات و اطوار صحرائی وحشی و جنگجو بدوؤں کے سے تھے جن پر عیسائیت کی رنگ آمیزی بعد اسلام بھی پائی جاتی تھی۔ یزید اپنے بچپنے اور جوانی کی ابتدائی منزلوں میں یہیں رہا اور ننھیالی اطوار و کردار کو قبول کرتا رہا جس کی وجہ سے بربریت اور اسلام سے بغاوت اس کی گھٹی میں شامل تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ معاویہ نے اپنے چشم و چراغ اور ولی عہد کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک نسطوری عیسائی کو مقرر کیا تھا (سمو المعنی فی سمو الذات علامہ علائلی ص ۶۱ وکتاب معاویہ وکتاب یزید لا اب انس مسیحی) اس لیے یزید کی تعلیم وتربیت اور نشوونما اسلام کے بالکل خلاف ہوئی تھی۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

ان یزید نشأ نشأة مسیحیة	یزید مسیحیت میں پروان چڑھا
تبعد کثیراً عن روح الاسلام	جس کو اسلام سے لگاؤ نہ تھا

(سمو المعنی فی السمو والذات علائلی ص ۶۱)

علامہ علائلی پھر لکھتے ہیں:۔

فقد کان یزید فی تقریب	یزید عیسائیوں کو بہت زیادہ اپنا
المسیحیین ویکثر منھم من	مقرب بنائے ہوئے تھا اور بہت
بطانته الخاصة لما انه یقم	سے عیسائیوں کو اپنا محرم اسرار بنا

بينهم على من يمتزج به و
يستحيه مع على ما يقولون ولقد
اطمأن اليهم عهد بتربية
ابنه الى مسيحي على ما لا
اختلاف فيه بين المورخين
ولا يمكن ان نعلل هذه الصلة
الوثيقة والتعلق الشديد
بالأخطل وغيره الا الى مكان
التربية ذات الصبغة الخاصة
واللون الثاني اذا كان يقيناً
او يشبه اليقين ان تربية يزيد لم
تكن اسلامية خالصة او
نصرانية اخرى كانت مسيحية
خالصة فلم يبق ما يستغرب
منه ان يكون متجاوزاً و
مستهتراً مستخفاً بما عليه
الجماعة الاسلامية لا يحسب
لتقاليدها واعتقاداتها اى
حساب ولا يقيم لها وزنا

لیا تھا۔ چنانچہ مورخین کہتے ہیں
کہ وہ نصرانیوں سے اتنا مانوس تھا
کہ اس نے بھی (مثل اپنے باپ کے)
اپنے بیٹے کا اتالیق ایک عیسائی کو
مقرر کیا تھا۔ اور اس میں مورخین
میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہ
صرف اس وجہ سے تھا کہ خود یزید
کی تربیت و پرورش مسیحیت بدویت
پر ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے وہ مشہور
عیسائی شاعر خطل وغیرہ وغیرہ سے
بہت زیادہ اتحاد وارتباط رکھتا تھا۔
یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ
یزید کی تربیت و پرورش خالص
مسیحیت کے اوپر تھی۔ نہ خالص
اسلام پر - اس بنا پر پہ
یزید کا اسلام سے کنارہ کش
ہونا قانون اسلام سے بغاوت
کرنا، شریعت اسلام کو حقیر سمجھنا
اور اس کی نگاہوں میں اعتقادات

بل الذی یستغرب ان یکون علی غیر ذلک لذلک اعتمد روایۃ الیعقوبی المحققۃ من ان یزید امر ابن زیاد بقتل الحسین واشات فی غیرھا وامیل الی انھا تنفصل من یزید (سمو المعنی فی سمو الذات علائلی ص۸۰)

"پابندی مذہب کا کوئی وزن نہ ہونا بعید از امر بات نہیں ہے بلکہ بعید از امر اس کے خلاف ہوگا کہ وہ پابند اسلام ہوتا۔ اسی لیے میں مورخ یعقوبی کی روایت کی صحت کا یقین رکھتا ہوں جو اس نے لکھا ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو امام حسینؓ کے قتل کر دینے کا حکم دیا تھا

یہی وہ وقت تھا جب نفاق کھل کر کفر کے لباس میں سامنے آگیا یزید وہ ہے جو یہ ترانے گاتا تھا ؎

لعبت ھاشم بالملک فلا
خبر جاء ولا وحی نزل

"ہاشمی (محمدؐ) حصول سلطنت کے لیے ایک کھیل کھیلے تھے درحقیقت نہ کوئی ان پر وحی نازل ہوئی اور نہ کوئی آسمانی خبر آئی"

کبھی کہتا تھا:۔

فان حرمت علی دین احمد
فخذھا علی دین المسیح ابن مریم

"اے ساقی ہم کو خوب شراب پلا کچھ پرواہ نہ کر اگر یہ دین احمدی میں حرام ہے تو ہوئے دو، دین مسیحی میں تو حلال ہے"

کبھی کہتا ہے

شغلتني نغمة العيدا
ان من صوت الاذان

"ارے مجھ کو ستار اور سارنگی کے نغموں سے اذان کی آواز سننے کی فرصت نہیں"

کبھی کہتا ہے

فان الذی حدثت یوم بعثنا
احادیث طسم تجعل القلب ساھیا

"یہ جو دوسری زندگی کے متعلق تو نے قصے سنے ہوں گے، یہ پارینہ قصے ہیں۔ جو انسان کے دل کو نادانی میں مبتلا کرتے ہیں"

وہ اتنا بڑا بے دین تھا۔ رجلا ینکح الامھات والبنات والاخوات ولیشرب الخمر و یدع الصلوٰۃ ماں بیٹیوں بہنوں سے خواہش پوری کرتا تھا۔ علانیہ شراب پیتا تھا۔ اور تارک الصلوٰۃ تھا۔ (صواعق محرقہ ابن حجر۔ طبقات ابن ابی سعد)

"وفی ایامہ ظہر الغنا بمکۃ والمدینۃ واستعملت الملاھی واظھر الناس شرب الشراب" حد ہو گئی تھی۔ اس کے زمانہ میں مکہ ومدینہ جیسے مقدس شہروں میں علانیہ گانا بجانا، لہو ولعب اور شراب نوشی ہونے لگی تھی۔" (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۲۳ طبع بولاق)

اب حسینؑ پہ لازم آگیا کہ اپنے نانا کے دین کو بچانے کے لیے ایک

عظیم قربانی پیش کریں۔ اور اسلام کو تباہی سے بچا کر از سرِ نو اس کی بنیاد کو مضبوط کریں۔

علامہ علائلی بالکل صحیح فرماتے ہیں:۔

ومن ثم کان جدیرا علیه السلام بأن یسمی الباني الثاني في الاسلام بعد جده المصطفیٰ صلوات الله علیه وبأنه المجدد لبنایة التوحید کما یقول الشاعر الهندي معین الدین اجمیري رحمه الله۔	امام حسینؑ نے اسلام کو بچا کر یہ استحقاق پیدا کرلیا ہے کہ آپ اپنے جد محمد مصطفٰے صلعم کے بعد اسلام کے دوسرے بانی سمجھے جائیں اور آپ کو بنائے (کلمہ) توحید کا مجدد مانا جائے جیسا کہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ فرماتے ہیں:۔

شاہ ہست حسینؑ پادشاہ ہست حسینؑ

دین ہست حسینؑ دین پناہ ہست حسینؑ

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید

حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؑ

(سمو المعنی فی سمو الذات ص۱۱۳ طبع بیروت)